اقتصادی بحران اور ہنگامی صورتحال پر قابو پانے کیلئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے حیرت انگیز اقدامات کا تحقیقی جائزہ

Research on Remarkable initiatives of Sayyedna Umar in dealing with economic crisis, emergency and crisis management

*عبداللطیف حبشی

** پروفیسر ڈاکٹر منیر احمد خان

ABSTRACT:

This paper describes the policies and methods followed by Sayyedna Umar Bin Khattab when he was faced with the year of ar- Ramadah (a year of economic crisis and crisis management) Sayyedna Umar's awareness of the responsibility of ruling before Allah overwhelmed him and he did not leave any means spiritual or worldly, of dealing with famine and lack of rainfall, but he resorted to it. He continually prayed and asked for forgiveness, and he was always keen to provide food to Muslims, Thinking of his people, those who has come to Madina and those who had remained in the desert. He dealt with the whole situation in an efficient manner. Sayyedna Umar set up the refugee camps during the economic crisis, He asked the people of other regions for aid and prayed for rain. He also took the bold steps of delaying Zakat payments and suspending hadd punishment for stealing, until the rains finally came and life returned to normal.

Keywords: Sayyedna Umar (R.A), Economic crisis, management, extensive famine, responsibility of ruling, efficient manner.

اللہ رب العزت کی ذات عظیم الشان ہے۔ وہ ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اسے مخلوقات کی تسبیحات کی کوئی حاجت نہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کا مرہون منت ہے اور جن وانس اس کی رضا کے حصول کیلئے اس کی حمد وثنا کرنے کے محتاج ہیں۔ البتہ اللہ رب العزت نے اپنی صفات جمال و جلال کے ظہور کیلئے اس کائنات کو تخلیق کیا ہے اس میں بسانے کیلئے جن وانس پیدا کیے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ [1]

ترجمہ: اور میں نے جن وانس کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

اس کیلئے رب العزت نے اصول وقوانین عطا فرمائے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے رب کی رضا حاصل کر سکتا ہے اور

---

*Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro.
Email: abdullatiftjm@gmail.com
**DEAN, Faculty of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro.

اس کے دربار میں سرخرو ہو سکتا ہے۔اللہ رب العزت نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً[2]۔ضرور میں بناؤں گا زمین میں ایک نائب۔

علامہ آلوسی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومعنى كونه (خلفة) انه خليفة الله فى ارضه وكذا كل نبى استخلفهم فى عمارة الارض وسياسة الناس وتكميل نفوسهم و تنفيذ امره فيهم لالحاجة به تعالىٰ۔[3]

ترجمہ: خلیفہ کا معانی یہ ہے کہ وہ زمین میں اللہ تعالی کا خلیفہ و نائب ہوتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالی نے ہر نبی کو زمین کی آبادی،انسانوں کی سیاست (نظم ونسق) کرنے ان کی نفوس کی تکمیل کرنے اور ان کے اندر اللہ تعالی کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے اپنا نائب بنایا ہے،نہ یہ کہ اللہ اس کا محتاج ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو ایک مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے وہ ان اصول و قوانین پر خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کیلئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں لیکن چونکہ اللہ تعالی نے انسان کو فطرتاً ظلوما وجہول پیدا کیا ہے اس لیے وہ اس فانی دنیا اور مظاہر زندگی سے متاثر ہو کر اپنے مقصد زندگی کو بھلا دیتا ہے اور اخروی ابدی حیات سے غافل ہو جاتا ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے اس کی یاد دہانی اور انزار و تبشیر کیلئے انبیاء ورسول کو مبعوث فرمایا۔رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت وحی پر مبنی نظام حیات مٹا دیا گیا تھا اور انسان کے بنائے ہوئے غیر فطری نظام مروج تھے۔اس لیے خاتم الانبیاء کو پوری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور قیامت تک آنے والے جن وانس کیلئے ایک کامل و مکمل نظام حیات عطا فرما کر مبعوث کیا۔متمدن دنیا پر توحید پر مبنی نظام کے بجائے آتش پرستی کے عقیدے پر مبنی فارس اور عقیدہ تثلیت پر مبنی روم کے ظالمانہ نظاموں کی حکومت تھی اور آسمانی تعلیمات فراموش کی جا چکی تھیں رب واحد کی جگہ پتھر کے بنے ہوئے بے جان بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔آپ ﷺ نے اپنے صحابہ یعنی ارکان دعوت کو تعلیم و تربیت کے مرحلہ سے گذارنے کے بعد انصار کی دعوت پر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی مدینہ میں آپ نے قرآنی تعلیمات واحکامات کو عملی جامہ پہنایا پھر دعوت وجہاد کو وسعت دیتے ہوئے جزیرہ عرب کے مرکز کو فتح کر لیا اس طرح اِنَّا فَتَحْنَا لكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[4] کی عملی تصویر سامنے آئی

اسلامی نظام خلافت کی برکات:

رسول ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے۔آپ کا دور خلافت ہر لحاظ سے تاریخی اور مثالی ہے۔حضرت ابو بکرؓ نے اپنے دور خلافت میں آپ کی صلاحیتوں کو اچھی طرح جانچ لیا تھا۔کیونکہ آپ کے زمانے میں حضرت عمرؓ مشیر خاص تھے یہی وجہ تھی کی جب حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکر صدیق کی طرف اپنے لئے نامزدگی کا اعلان ہوا اور انہوں نے معزرت کرنا چاہی اور عرض کیا کہ مجھے خلافت کی حاجت نہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: اگر تمہیں اس (خلافت) کی ضرورت نہیں ہے تو اس (خلافت) کو تمہاری ضرورت ہے[5] آپ ﷺ نے آئندہ فتوحات اسلام کے غلبہ اور امن وامان

کے قیام کی پیشن گوئی فرمائی تھی۔ صادق ومصدوق کی پیشن گوئی حضرات خلفاء خصوصاً دور فاروقی میں پوری ہوئی۔ چونکہ آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے اس وقت کی دو بڑی طاقتوں روم وفارس کو فتح کرنا بھی شامل تھا جیسا کہ امام ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”یعنی پس این ہمہ نعم الٰہی است و وجود این امور معجزت آنحضرت ﷺ و بعثت منضمن است فتح فارس“[6]۔ یعنی یہ سب (روم وفارس کی فتوحات) اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ان امور کا وجود آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہے اور انحضرت ﷺ کی بعثت فارس کی فتح کو متضمن ہے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فارس، عراق، جزیرہ خراسان، بلوچستان، شام، مصر وغیرہ کے علاقے فتح ہوئے اور دنیا کی دو بڑی طاقتوں روم وفارس پر اسلامی پرچم لہرادیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں جس طرح ملکی نظم ونسق کو مدبرانہ انداز سے چلایا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی، جدید مغربی دنیا کے متعصب مستشرقین بھی ان کی انتظامی صلاحیتوں اور ان کے کارناموں کے اعتراف پر مجبور ہیں۔ دنیا کے سارے نظام بظاہر یہ کوشش کرتے ہیں کہ حکومت اور عوام کو قریب لایا جائے اور حاکم ومحکوم کی تمیزیں ختم کی جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوری نظام ہو یا غیر جمہوری یہ تمیزیں آج تک نہیں ختم ہو سکیں انسانی تاریخ میں صرف خلافت کا زمانہ ہے جس میں یہ تمیزیں ختم کر دی گئیں اور خلیفہ ہر اعتبار سے عوام کا نمائندہ تھا۔آج صدیاں گذر جانے کے باوجود انسانی تاریخ زمانہ خلافت (عمر فاروقؓ) کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

دور فاروقی میں خوشحالی وفارغ البالی:

مدینہ اور جزیرہ نما عرب کے مختلف گوشوں میں مسلمان فتح نصرت کی خبروں سے مسرت اندوز ہو رہے تھے جو عراق وشام میں ان کی فوجوں سے پیہان وفا باندھ چکی تھی۔ مال غنیمت کا خمس بارگاہ خلافت میں پہنچتا اور خلیفہ المسلمین اسے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے جس سے ان کی زندگی میں آسودگی اور ان کی بدویانہ تنگی وخشکی میں تمدنی فراخی وتازگی سرسرانے لگی، وظیفوں اور روزینوں کے اس سلسلے نے ان میں اتنی سکت پیدا کر دی کہ وہ یمن اور شام کی تجارتی اشیاء میں سے من بھائی چیزیں خرید سکیں اور جہازوں کے ذریعے مصر سے آنے والی نعمتوں کا ذخیرہ فراہم کر سکیں۔ جو اس سے پہلے انہیں کبھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ اس فراخ دستی وفارغ البالی نے انہیں زندگی سے زیادہ قریب کر دیا۔ شوق جہاد ان کے دلوں میں تیز ہو گیا اور وہ اس دین قیم سے چمٹ گئے جس نے دنیا اور آخرت کی نعمتیں ان پر عام کر دیں۔[7]

اقتصادی بحران (قحط سالی) اور اس کے اسباب:

سیدنا عمر بن خطابؓ کی مدت خلافت میں عوام عیش وفراغت کی یہی زندگی بسر کر رہے تھے کہ اچانک اسلامی سلطنت ابتلاو آزمائش سے دوچار ہوئی اور اس میں کوئی تعجب نہیں کیونکہ ابتلاء وآزمائش کے دور سے تمام اقوام، ممالک، جماعتوں، اور افراد کو ہمیشہ گذرنا پڑتا ہے، یہ ایک قدیم سنت رہی ہے۔ امت مسلمہ بھی دیگر اقوام کی طرح ایک امت ہے۔ اس میں بھی اللہ کی سنت عادلہ قائم وجاری ہوئی ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

بہر حال دورِ فاروقی کی سب سے عظیم آزمائش ''عام الرمادہ'' (یعنی) اقتصادی بحران یا قحط سالی کی شکل میں منظر عام پر آئی ہم اس مقام پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان بحرانی و ہنگامی حالات (Emergency) میں عمرؓ کا کیا تعامل رہا۔ اور کس طرح آپ نے جائز اسباب و سائل اور تدابیر کو اختیار کر کے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و گریہ وزاری کر کے ان آزمائشوں سے سرخرو ہوئے؟ چنانچہ 18 ہجری میں جزیرہ عرب میں سخت قحط پڑا، لوگ خوراک کے لئے ترس گئے۔ بھوک کی شدت اور خوراک کے فقدان کا یہ عالم تھا کہ درندے بھاگ بھاگ کر انسانوں کے پاس پناہ لیتے تھے۔ آدمی بکری ذبح کرتا تھا لیکن کھانہ پاتا کیونکہ وہ اس قابل نہ ہوتی۔ خشک سالی کی وجہ سے بہت سے مویشی بھوک کی تاب نہ لا سکے اور مر گئے۔ اس سال کا نام ''عام الرمادہ'' رکھا گیا۔ اس لئے کہ ہوا مٹی دھول کو راکھ کی طرح خوب اڑاتی تھی، سخت قحط پڑا، ایک لقمہ کھانا بھی ملنا مشکل ہو گیا تھا۔ دور دراز کے لوگ دیہی علاقوں سے بھاگ بھاگ کر شہروں میں جاتے یا ان کے قریب قیام کرتے اور اس عظیم مصیبت سے نجات پانے کیلئے امیر المومنین کی طرف سے کسی حل اور پیش قدمی کے منتظر تھے جبکہ حضرت عمرؓ اس مصیبت کو سب سے زیادہ محسوس کرنے والے اس کے خطرناک نتائج سے سب سے زیادہ آگاہ تھے۔[8]

بہر حال حضرت عمرؓ نے اس اقتصادی بحران اور ہنگامی حالت و کیفیت سے نمٹنے میں جو حکم عملی اختیار کی ہم اس کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

دار الخلافہ مدینہ میں پناہ گزینوں کا کیمپ:

''عام الرمادہ'' (قحط سالی) میں اہل عرب چار جانب سے مدینہ پہنچنے لگے، اور حضرت عمرؓ نے اپنے امرا کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ وفود کی ضروریات و مفادات کو پیش نظر رکھیں، میں نے ایک رات آپ کو فرماتے ہوئے سنا ''شام کا کھانا ہمارے پاس کتنے لوگ کھاتے ہیں، ان کو شمار کرو'' اگلی رات شمار کیا گیا تو کھانے والوں کی تعداد سات ہزار تھی، اور جب بیمار مردوں نیز عورتوں و بچوں کو بھی شمار کیا گیا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی پھر تھوڑے ہی دنوں بعد یہ تعداد بڑھ کر ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔

اس مقام پر ہم دیکھتے ہیں کہ عمر فاروقؓ اپنے امرا کو ذمہ داریاں سونپتے ہیں اور پناہ گزینوں کا کیمپ تیار کرے ہیں، اور انتظامی عملہ پوری تندہی سے اپنی ذمہ داریوں کو بلا کم و بیش نبھاتا ہے، دوسرے کی ذمہ داری و عمل میں دخل اندازی بلکل ہی نہیں کرتا مدینہ کے قرب وجوار آپ نے اپنے افسران کو یہ ذمہ داری دے کر بھیجا کہ جو لوگ دور دور سے خشک سالی اور شدت بھوک سے متاثر ہو کر حکومتی تعاون اور عطیات لینے آئے ہیں ان کے حالات کا جائزہ لیں، چانچہ وہ لوگ ان میں کھانا اور سالن وغیرہ تقسیم کرتے اور جب شام ہوئی تو سیدنا عمرؓ کے پاس سب لوگ اکھٹے ہوتے اور ان کے حالات سے واقف کراتے، اور آپ ان کی دوسرے دن کی رہنمائی کرتے۔[9]

انتظامات اور فاروقی کردار:

اس عظیم اقتصادی بحران سے نمٹنے کے لئے سیدنا عمرؓ نے کیا طریقہ اختیار کیا، کیسے انتظام کیا اور کونسے اقدامات اٹھائے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ بعض اقدامات تو خالصۃ انتظامی نوعیت کے تھے اور بعض امیر المومنین کے ذاتی کردار سے متعلق تھے لیکن جو

چیزان میں مشترک ہے وہ ہے امیر المؤمنین کی حیرت انگریزاور عدیم لمثال انتظامی صلاحیت ،اپنی رعیت کے ساتھ پر خلوص محبت اور خیر خواہی توآیئے ان کے اقدامات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

آٹاگھر ایک مالی ادارے کا قیام:

سیدنا عمرؓ بدویوں ،اور دیہات کے باشندوں کو آٹا گھر سے خوراک تقسیم کرتے آٹا گھر ایک مالی ادارہ تھا جس کے سامان کو دور فاروقی میں ایام قحط میں وفود مدینہ میں تقسیم کیا جاتا تھا،اس میں آٹا، ستو، کھجور اور کشمش وغیرہ کھانے کی چیزیں تھیں، مصر شام اور عراق سے پہنچنے سے پہلے یہ چیزیں ان میں تقسیم ہوتی تھیں، یہ آٹا گھر بحرانی حالت میں کافی بڑا بنا دیا گیا،تاکہ دسیوں ہزار لوگ جو تقریباًنو مہینے تک مدینہ آتے رہے اور بارش سے محروم رہے وہ سب اس کی خوراک سے مستفید ہوسکیں۔"سیدنا عمرؓ کی یہ حکمت عملی حکومتی اداروں کی تعمیر وترقی کے بارے میں دوراندیشی کی بہت بڑی دلیل ہے،خواہ یہ ادارے مالیاتی ہوں یا اور کوئی"[10]

سیدنا عمرؓ بذات خود پناہ گزینوں کی خدمت کرتے تھے:

سیدنا عمرؓ کی یہ متواضح شان کہ آپ بذات خود پناہ گذینوں کے کیمپوں میں ان کی خدمت کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ابن صنتمہ (عمرؓ) پر رحم فرمائے! میں عام الرمادہ میں دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر اناج سے بھری ہوئی دو بوریاں اور ہاتھوں میں تیل سے بھرا ہوا ایک ڈبہ اٹھائے ہوئے تھے، وہ اور اسلم باری باری اسے اٹھاتے اور چلتے، جب آپ نے مجھے دیکھ لیا تو کہا: اے ابو ہریرہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: قریب ہی سے، پھر میں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا اور اسے لیکر ہم سب "ضرار" پہنچے، وہاں ہماری ملاقات بیس گھرانوں پر مشتمل ایک جماعت سے ہوئی۔ سیدنا عمر نے ان سے پوچھا: تم لوگوں کا یہاں کیسے آنا ہوا انہوں نے کہا مشقت و تنگ دستی کھینچ لائی ہے اور اس کے بعد انہوں نے مردار جانور کا چمڑا جسے وہ کھاتے تھے اور بوسیدہ ہڈیوں کا سفوف جسے وہ پھانکتے تھے، اسے ہمین دکھایا یہ دیکھ کر عمرؓ نے اپنی چادر پھینک دی اور ان کے لئے کھانا پکانے اور کھلانے میں مشغول ہوگئے یہان تک کہ سب سیراب ہوگئے۔ پھر اونٹوں کو لانے کیلئے اسلم کو مدینہ بھیجا، وہ اونٹوں کو لاتے، آپ نے ان کو اونٹوں پر سوار کیا اور "حبانہ" لے کر ٹھہرایا، پھر انہیں کپڑا دیا جسے انہوں نے زیب تن کیا۔ اس طرح آپ برابر ان کے پاس اور دوسرے مصیبت زدہ لوگوں کے پاس جاتے رہے اور خبر گیری کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے مصیبت کو ہٹالیا آپ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنے گھر واپس ہوتے اور برابر نماز پڑھتے، رات کا آخر وقت آجاتا تو گلیوں میں گشت کے لئے نکلتے عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد عمرؓ سے ایک رات بوقت سحر کہتے ہوئے سنا، اے اللہ! میرے ہاتھوں امت محمدیہ کو ہلاک نہ کر اور کہتے: اے اللہ قحط زندگی سے ہمیں ہلاک نہ کر اور ہم سے اس مصیبت و آزمائش کو دور کردے، اور آپ ان کلمات کو بار بار کہہ کر دعا مانگتے۔ [11]

بیت المال پبلک کیلئے کھول دیا گیا:

جیسے جیسے قحط میں شدت پیدا ہوئی گئی لوگوں کی قوت جواب دیتی گئی جو کچھ ان کے پاس محفوظ تھا اسے کھا گئے حتیٰ کہ کچھ بھی

باقی نہ رہا۔ چنانچہ آس پاس کے لوگوں امیر االمومینین کے پاس دارالخلافہ ''مدینہ منورہ''آنے لگے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال میں جو کچھ موجود تھاامیر المومنین نے وہ سب کچھ تقسیم کردیا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاَنْفَقَ فِیھِم مِنْ حَوَاصلِ بَیْتِ المالِ مما فِیہ مِنَ الاَطْعمۃ وَ الاموالِ حَتّٰی اَنْفَدَہ۔[12]

ترجمہ: امیر المومنین کے پاس بیت المال میں جو کچھ غذائی مواد یامال موجود تھاوہ ان میں خرچ کیا حتیٰ کہ اسے ختم کرڈالا۔

اور بظاہر یہ معمول کاایک اقدام نظر آتاہے کہ سرکاری خزانے سے مفلوک الحال لوگوں کی مدد کی جائے لیکن ایسی مدد کہ بیت المال ہی خالی رہ جائے یہ مثال شاید کہیں اور نہ ملے ایسے فراخ دلانہ امداد کی توقع امیر المؤمنین سے ہی کی جاسکتی ہے۔ قدرتی آفات، حادثات اور مصائب تو آج بھی آتے رہتے ہیں۔ لیکن حکومتوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خزانہ پر بوجھ نہ پڑے۔ سیدنا عمرؓ کا تصور یہ نظر آتا ہے خزانہ رعایاکے لئے ہوتاہے اگر رعایانہ رہی تو خزانہ کس کام کا۔ اگر ہمارے مقتدر حضرات اس اصول کو سامنے رکھ کر پالیسی بنائیں تو غریب عوام کے لئے بے شمار مسائل کاازالہ ہوسکتاہے اور وہ اصول یہ ہے کہ ''خزانہ عوام کے لئے ہے عوام خزانہ کے لئے نہیں''۔

صوبوں کے گورنروں سے تعاون کامطالبہ:

سیدنا عمرؓ نے خوشحال گورنروں کوامدادی اسباب ووسائل ارسال کرنے کے لئے فوراً خط لکھا،آپ نے مصرپر مقرر کردہ اپنے گورنر عمر بن عاصؓ کو لکھا: ''اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے ابن العاص کے نام سلام علیکم،امابعد! کیاتو مجھے اور جو میرے پاس ہیں سب کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھتارہے گا۔ اور تو اور جو تیرے پاس ہیں سب کو لے کر عیش کی زندگی گزارے گا، مدد و تعاون کی ضرورت ہے، مدد و تعاون بھیجنے میں جلدی کرو۔ چنانچہ عمر بن عاصؓ کو یہ خط ملاتو جواب میں آپ نے یہ تحریر کیا:

''عمر بن عاص کی طرف سے اللہ کے بندے امیر المومنین کے نام اسلام علیکم، میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کی تعریف کرتاہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، حمد صلوٰۃ کے بعد آپ ہمیں تھوڑی سی مہلت دیں اور تھوڑاانتظار کریں آپ کے پاس امداد ضرور پہنچے گی، میں آپ کے پاس غلے سے لداہوااتنا عظیم قافلا روانا کرنے والاہوں، جس کا پہلا سرا آپ کے پاس،آخری سرا میرے پاس ہوگا، ساتھ ہی میں اس کی تلاش میں ہوں کہ سمندری راستے سے بھی کچھ امداد بھیج سکوں۔ چنانچہ عمر بن عاصؓ نے خشکی کے راستے آٹے سے لداہواایک ہزار اونٹوں کا قافلہ اور سمندری راستے سے تیل،اور آٹے سے لدی ہوئی بیس کشتیاں روانہ کیں،اس طرح سامان تعاون میں پانچ ہزار چادریں اور کپڑے بھی ارسال کیے''۔[13]

سیدنا عمرؓ نے شام پر مقرر اپنے تمام عمال وافسران کے نام خط لکھا کہ: ''ہمارے پاس وہ غلہ وخوراک بھیجو جو ہمارے لئے قابل استعمال ہوں،لوگ مررہے ہیں، مگر وہی جس پر اللہ رحم فرمائے''آپ نے عراق اور فارس کے اپنے گورنروں کو بھی اس طرح خط لکھا،اور سب نے امدادی سامان بھیجا۔[14]

طبری نے لکھاہے کہ سب سے پہلے ابوعبیدہ بن جراحؓ چار ہزار اونٹوں پر غذاوخوراک لے کر آپ کے پاس پہنچے، عمرؓ نے انہی

کو یہ ذمہ داری دے دی کہ جو لوگ مدینہ کے ارد گرد پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں ان میں یہ خوراک تقسیم کر دو۔ چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہؓ تقسیم کر کے واپس ہوئے تو عمر بن خطابؓ انہیں چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ ابو عبیدہؓ نے کہا: اے امیر المومنین! مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں نے صرف اللہ کی رضامندی اور آخرت کی تیاری کے لئے یہ سب کیا ہے، دنیا کو مجھ پر مسلط نہ کیجئے۔

عمرؓ نے فرمایا: اسے لے لو اگر بغیر مطالبہ کے ملے تو اسے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ عمرؓ نے پھر کہا اسے لے لو میں بھی رسول ﷺ کی طرف سے اسی طرح ذمہ دار بنایا گیا تھا، آپ نے مجھ سے اسی طرح کہا تھا جس طرح آج میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں نے بھی اسی طرح جواب دیا تھا جس طرح تم جواب دے رہے ہو، پھر بھی آپ نے مجھے دیا۔ یہ سن کر ابو عبیدہ جراحؓ نے وہ چار ہزار درہم قبول کر لیے اور اپنے افسران کے ساتھ واپس لوٹ گئے۔ پھر امداد تعاون کا سلسلہ جاری رہا۔[15]

معاویہ بن ابی سفیانؓ نے خوراک سے لدے ہوئے تین ہزار اونٹوں کا قافلہ بھیجا نیز آٹے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ عراق سے آپہنچا خوراک اور غلہ جب مہیا ہو گیا تو سیدنا عمرؓ نے انہیں مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں دور دراز دیہاتوں سے بھاگ بھاگ کر آنے والے وفود پر تقسیم کرنا شروع کیا، کچھ امدادی غلہ جات اور خوراک کو بادیہ نشیوں تک بھیجا، اور یہ حکم دیا کہ اسے تمام عرب قبائل پر تقسیم کیا جائے۔[16]

امدادی سامان کی تقسیم کیلئے منتظمین کا تقرر:

امدادی سامان مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک مشکل کام باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا امدادی سامان کی تقسیم جن حضرات کو اس قسم کا کوئی تجربہ ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ تقسیم انتہائی مشکل کام ہے۔ کم سامان اگر ترتیب اور نظم وضبط کے ساتھ تقسیم ہو تو بڑی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے لیکن نظم وضبط کے فقدان کی صورت میں زیادہ وسائل کے باوجود مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے اسی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے ایک لائحہ عمل (Working Plan) تیار کیا، جس کے دو حصے تھے، ایک حصہ دارالخلافہ (Capital) یعنی مدینہ منورہ کے لئے تھا جبکہ دوسرا حصہ دیگر علاقوں کے لئے تھا۔

دارالخلافہ مدینہ میں امدادی سامان کی تقسیم :

مدینہ منورہ مسلمانوں کا روحانی مرکز تو ہے یہ البتہ اس کے ساتھ ساتھ دارالخلافہ بھی تھا جب قحط شروع ہوا اور اس میں شدت پیدا ہوئی، تو لوگ ہر طرف سے چل کر مدینہ منورہ آنے لگے چنانچہ امیر المونین نے چند منتظمین (Administrators) کا تقرر کیا، جو لوگوں کی خبر گیری کر سکیں اور غذائی سامان تقسیم کر سکیں۔ ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق:

لما كان عام الرمادة تجلبت العرب من كل ناحيه فقدهو المدينه فكان عمر بن الخطاب قد امر رجالا يقومون عليهم اطعمتهم و ا دامهم فكان يزيد بن اخت النمر وكان المسور بن مخرمه وكان عبدالرحمن بن عبدالقاری وكان عبدالله بن عتبة بن مسعود فكانو اذا امسو اجتمعو عند عمر فيحبرونه بكل ما كانو فيه وكان كل رجل

منهم على نا حيه من المدينه وكان الاعراب حلولا فيما بين رأس الثنية الى رائح بنى حاثه الى بنى عبدالاشهل الى البقيع الى بنى قريظة ومنهم طائفه بناحتة بنى سلمة هم محدقون باا لمدينه ۔[17]

یعنی رمادہ کے سال میری قوم کے سوگھرانے عمرؓ کے پاس مدینہ آئے اور جبانہ کے مقام پر ٹھہرے چنانچہ جو لوگ عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے وہ ان کو کھلاتے اور جو نہیں آسکتے ان کے لئے آٹا، کھجور اور سالن ان کے گھروں میں بھجواتے چنانچہ آپ میری قوم کے لوگوں کے پاس ان کی ضرورت کا سامان ماہ بہ ماہ بھجواتے رہتے تھے۔

دارالخلافہ مدینہ میں ریاستی دستر خوان:

مدینہ میں جو لوگ پہلے سے رہائش پزیر تھے اور جو پناہ گزیں بن کے آئے ان میں مرد خواتین بوڑھے اور بچے کمزور بیمار ہر قسم اور ہر عمر کے افراد موجود تھے۔ ہر ایک کے پاس نہ تو پکانے کا سامان تھا نہ ہی ہر شخص پکانے کے قابل تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں بیت المال کی طرف سے خلافتی دستر خوان کی روایت قائم کی وہ روٹی کو روغن زیتون میں بھگو کر ثرید بناتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر جانور ذبح کرکے اس کا گوشت ثرید پر ڈالتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بڑی بڑی دیگر چڑھار کھی تھیں جن پر کام کرنے والے لوگ صبح سویرے اٹھتے "کرکور" تیار کرتے اور جب صبح ہوتی تو مریضوں کو کھانا کھلانے عصیدۃ (ایک قسم کا کھانا جو آٹا اور گھی ملا کر بنایا جاتا ہے) تیار کرتے حضرت عمرؓ کے حکم سے ان دیگوں میں تیل ڈال کر گرم کیا جاتا جب اس کی تیزی اور گرمی ختم ہو جاتی تو روٹی کی چوری تیار کی جاتی اور اس پر یہی تیل ڈالا جاتا۔[18]

حجاز میں غذائی سامان کی تقسیم:

حضرت عمرؓ کے لائحہ عمل کے دو حصے تھے، ایک مدینہ منورہ کیلئے دوسرا مدنہ منورہ سے باہر کے علاقوں کیلئے جس میں پورا حجاز شامل ہے۔ حضرت عمرؓ کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں قیام رکھیں، اور وہ اس بات پر اطمینان محسوس کریں کہ خلیفہ ان سے غافل نہیں اور یہ کہ بعام ان کے پاس ان کی قیام گاہ پر یہ پہنچے گا۔ دراصل حضرت عمرؓ اس طرح لوگوں میں پلے ہوئے اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے۔ جس کے تحت لوگ مدینے کی طرف ہجرت کرکے آرہے تھے اور دارالخلافہ کی طرف بھاگ رہے تھے، اگر سب لوگ مدینے چلے آئے تو مدینہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی اور مصیبت دوچند ہو جاتی۔ پہلے تو صرف غذائی سامان کی غیر موجودگی کا سامنا تھا اب رہائش اور پناہ گاہ کی فراہمی بھی مسئلہ بن جاتی۔ شاید اس اقدام سے خلیفہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو لوگ پہلے ہی دارالخلافہ میں پناہ لے چکے ہیں ان کو واپس اپنے اصل مقامات پر واپس بھجوادیا جائے۔ جب مسلمان دیکھیں گے کہ خلیفہ باہر کے علاقوں پر زیادہ توجہ دے رہا ہے اور ان علائقوں کو دارالخلافہ کے مقابلے میں اولیت دی جارہی ہے، اور ان کے آبائی علاقے مدینہ کے مقابلے میں مقدم ہیں تو وہ خوشی خوشی ان علاقوں میں واپس جائیں گے جہاں سے بھاگ کر انہوں نے ہجرت کی تھی۔[19]

اس لائحہ عمل کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوا کہ لوگ خصوصاً گاماز اور بوڑھے صبر آزما سفر کی تکلیفوں اور اخراجات سے بچ گئے،

اور جو کچھ انہیں ملنا تھا، بغیر کسی اضافی خرچہ اور سفر کے انہیں اپنے گھروں میں ہی مل گیا۔

حزام بن ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے نمائندے جار کی بندرگاہ سے غذائی سامان وصول کر کے، لوگون کو کھلاتے رہے۔اسی طرح معاویہؓ نے شام سے سامان بھیجا حضرت عمرؓ نے اس کی وصولی کے لیے۔شام کی سرحدوں تک آدمی بھیجے، جو حضرت عمرؓ کے دوسرے نمائندوں کی طرف لوگوں کو آٹا کھلاتے رہے۔اونٹ ذبح کرتے رہے، اور چوغے لوگوں کو پہناتے رہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایسا ہی سامان عراق سے بھیجا، تو حضرت عمرؓ نے اس کی وصولی کے لئے، اپنے آدمیوں کو عراق کی سرحدوں کے قریب بھیجا، وہ انہی علاقوں میں اونٹ ذبح کرتے، اور لوگوں کو آٹا کھلاتے رہے، اور چوغے پہناتے رہے یہ سلسلہ یوہی جاری رہا حتٰی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ مصیبت رفع فرمادی۔[20]

تقسیم غذا کا جدید نظام (راشن بندی):

زمانہ قحط میں جو لوگ خود حاضر ہونے کے قابل ہوتے، وہ بذات خود آکر دستر خوان خلافت پر کھانا کھالیتے اور جو حاضری سے معذور تھے جیسے خواتین، بچے بوڑھے وغیرہ ان کے لیے کھانا گھر پر بھجوادیا جاتا تھ اور بعض صورتوں میں، تو ہر مہینہ یک مشت ان کا راشن بھجوادیا جاتا[21]۔یہ سامان لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا جاتا تھا کہ اسے زمانہ جنگ کی تقسیم غذا کے جدید نظام سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔زیادہ ہوا تو زیادہ تقسیم کر دیا اور کم ہوا تو کم[22]۔راشن کی تقسیم اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کیلیئے حضرت عمر فاروقؓ کے ذہن میں ایک تجویز اور بھی تھی، جس کا اظہار انہوں نے رمادہ (قحط) کے دوران بھی فرمایا اور رمادہ کے بعد بھی، یہ تجویز دراصل مواخات کے اصول پر تیار کی گئی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل درآمد کا موقع ہی نہیں آیا، اور اللہ تعالیٰ نے باران رحمت کے ذریعے مصیبت ٹال دی۔رمادہ کے زمانے میں راشن تقسیم کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا:

نطعم ما وجدنا ان نطعم فان اعوزنا جعلنا مع اهل كل بيت مِمّن يجد عدتهم ممن لايجد الیٰ ان ياتی الله بالحيا[23]

ترجمہ: جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے وہ تو ہم کھلا دیں گے پھر اگر ہم نے کمی محسوس کی تو کچھ رکھنے والے ہر گھرانے کے ساتھ ان کی تعداد کے برابر ایسے لوگ شامل کر دیں گے، جو کچھ نہیں رکھتے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے۔

مطلب یہ کہ اگر کسی گھرانے میں چار افراد ہیں اور ان کے پاس گزارہ چلانے کے لئے غذائی مواد موجود ہو، جبکہ حکومت کے پاس کچھ باقی نہ ہو تو اسے گھرانے کے ساتھ پناہ گزینوں میں سے چار افراد شامل کر دیں گے اور وہ آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیں گے اور دونوں بچ جائیں گے کیونکہ آدھا پیٹ کھانے سے کوئی بھی ہلاک نہ ہو گا۔

ابن الجوزی کی روایت کے مطابق انہوں نے بارش کے نزول کے بعد فرمایا کہ شکر ہے بارش ہوئی اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور نہ فرماتے تو میں وسعت رکھنے والے ہر گھرانے کے افراد کی تعداد کے مطابق فقراً ان کے ساتھ شامل کر دیتا کیوں کہ جس غذا پر ایک آدمی زندہ رہ سکتا ہے اگر وہ دو آدمیوں میں تقسیم کر دی جائے تو دونوں ہلاک نہ ہوں گے۔[24]

اقتصادی بحران (قحط) میں ادائیگی زکواۃ میں تاخیر کا جواز:

سیدنا عمرؓ نے عام الرمادہ (قحط) میں لوگوں کے لئے زکٰوۃ کی واجبی و فوری ادائیگی موقوف کردی اور جب قحط سالی ختم ہوئی زمین ہری بھری ہوگئی تب آپ نے عام الرمادہ کی زکٰوۃ لوگوں سے وصول کی، گویا آپ نے اسے مالداروں پر قرض شمار کیا اور ایسا اس لیے کیا تاکہ ضرورت مند افراد کی ضرورت پوری ہوجائے اور ایسے وقت میں ایک محفوظ سرمایہ بنے، جب کہ بیت المال کا خزانہ خرچ کرنے کے بعد خالی ہوچکا ہوگا۔

یحیٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب سے روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ نے قحط سالی کے موقع پر صدقات کی وصولی کو مؤخر کردیا، اور عاملین صدقات کو نہیں بھیجا، لیکن جب دوسرا سال آیا اور اللہ نے قحط سالی ختم کردی تو سیدنا عمرؓ نے حکم دیا کہ جائیں اور مالداروں سے دو سال کی زکٰوۃ وصول کریں، ایک سال کی زکٰوۃ کو ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں اور ایک سال کی زکٰوۃ لے کر میرے پاس آئیں[25]

ان اقدامات کے دو فوائد حاصل ہوئے:

1: قحط کے ایام میں لوگوں کو سہولت، مہلت اور رعایت حاصل ہوئی اور حکومتی عملداروں کی توجہ امدادی کاموں پر مرکوز رہی

2: چونکہ بیت المال بلکل خالی ہوچکا تھا اور ایک بڑے اقتصادی بحران کا خطرہ موجود تھا اس لیے حضرت عمرؓ نے زکٰوۃ کی وصولی ساقط نہیں کی بلکہ موخر کردی اور اگلے سال مکمل وصولی کی وجہ سے عوام کی دادرسی بھی ہوئی اور بیت المال بھی آئندہ کسی اور بحران سے نمٹنے کے قابل ہوا۔

قحط سالی کے موقع پر شرعی حد کے نفاذ پر پابندی:

قحط سالی کے موقع پر عمرؓ نے چوری کی شرعی حد کے نفاذ پر پابندی لگادی۔ آپ نے یہ اقدام شرعی حد کو موقوف و معطل کرنے کی نیت سے نہیں کیا تھا جیسا کہ بعض لوگ لکھتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ چوری کے جرم میں شرعی حد کی تنفیذ کے لئے مطلوبہ شرائط موجود نہ تھیں، آپ کے پیش نظر بات یہ تھی کہ جو شخص قحط اور کھانا نہ ملنے کی حالت میں دوسرے کی ملکیت سے کچھ کھا پی لیتا ہے تو اس کی نیت چوری نہیں ہوتی اور وہ غیر ارادی طور پر یہ عمل انجام دیتا ہے اور اسی وجہ سے آپ نے ان غلاموں کا ہاتھ نہیں کاٹا جنہوں نے اونٹنی کو چوری کرکے ذبح کرلیا تھا۔ بلکہ آپ نے ان کے مالک حاطب کو حکم دیا کہ اونٹنی کی قیمت ادا کریں۔ آپ نے فرمایا: کھجور کے گوشے کی چوری اور قحط سالی کے موقع پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[26]

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فقہی مذاہب بھی سیدنا عمرؓ کی فقہ و اجتہاد سے کافی حد تک متاثر ہیں، اسی فاروقی اجتہاد کے پیش نظر امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ قحط سالی اور بھوک کے موقع پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یعنی محتاج اگر ایک لقمہ کھانے کیلئے مر رہا ہو اور ایسی حالت میں اپنی خوراک کی مقدار میں کھانا چوری کرلے تو اس پر ہاتھ کاٹنے کی شرعی حد نہیں نافذ ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اضطراری یعنی مجبوری و لاچاری کی حالت میں ہے۔ علامہ جوزجانی نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا قحط سالی کے ایام میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ میں

نے اس مسئلے میں امام احمد سے پوچھا کہ کیا آپ بھی اس کے قائل ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم اگر ایک لقمہ کھانے کی ضرورت نے اسے چوری پر مجبور کیا اس حالت میں کہ لوگ قحط و بھوک کی زندگی گذار رہے ہوں تو میں اس کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔[27]

دفاعی صورتحال:

ان حالات و واقعات کے بیان کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ پورا احجاز اس قحط کی لپیٹ میں تھا۔ مکہ مدینہ سے لیکر شام، عراق اور یمن کی سرحدوں تک ہر شخص متاثر تھا۔ لیکن بہتر حکمت عملی کی وجہ سے دشمنان اسلام کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ اس صورتحال سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ''جب حضرت عمرؓ جزیرۃ العرب کے قحط زدہ عوام کی امداد میں مصروف تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنے فوجی کمانڈروں کو سخت احکام جاری کر دیئے تھے کہ جب تک وہ اپنی مدافعت پر مجبور نہ ہو جائیں دشمن سے جنگ نہ کریں''۔[28]

اللہ تعالیٰ سے مدد طلبی و فریادرسی اور نماز استسقاء:

سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ عام الرمادہ میں عمر بن خطابؓ نے یہ خطبہ دیا: ''اے لوگو! اپنے ظاہری اعمال میں، نیز تمہارے جو معاملات لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہیں سب میں اللہ سے ڈرو، میں تمہارے ذریعے سے اور تم میرے ذریعے سے آزمائے گئے ہو، میں نہیں جانتا کہ (الہیٰ) ناراضی تم کو چھوڑ کر مجھ پر نازل ہوئی ہے، یا مجھ کو چھوڑ کر تم پر نازل ہوئی ہے، یہ ناراضی ہم سب کو شامل ہے، آؤ ہم سب مل کر اللہ سے دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح کر دے اور ہم پر رحم فرمائے اور ہم سب سے اس آفت (قحط سالی) کو دور کر دے''۔ آپ اس دن اس حالت میں دیکھے گئے کہ اپنے ہاتھ کو اٹھائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اور لوگوں نے بھی دعا کی، آپ خود گریہ کناں ہوئے، لوگ بھی گریہ کناں ہوئے، پھر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔[29]

اسلم سے روایت ہے کہ میں نے عمرؓ کو کہتے ہوئے سنا: ''اے لوگو! مجھے خوف و خطر لاحق ہے کہ اللہ کی ناراضی ہم سب کو اپنی لپیٹ میں نہ لے لے، لہٰذا اپنے رب کو راضی کر لو، غلط حرکتوں سے باز آجاؤ اور اپنے رب سے توبہ کرو اور نیک اعمال کرو''۔ اور عبد اللہ بن ساعدہ سے روایت ہے کہ میں نے عمرؓ کو دیکھا کہ جب انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی تو لوگوں کو آواز دیتے ہوئے کہا: اے لوگو! اپنے ربّ سے استغفار کرو، اور اسی سے توبہ کرو، اس سے اس کے فضل کرم کے طالب بنو، اس سے ایسی بارش کا سوال کرو جو باران رحمت ہو، بارانِ عذاب نہ ہو، یہی عمل مسلسل کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو ہٹادے۔[30]

امام شعبی رحمت اللہ سے روایت ہے کہ عمرؓ استسقاء کے لیے نکلے، منبر پر تشریف لائے اور ان آیتوں کی تلاوت فرمائی:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ۔[31]

ترجمہ: تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگ لو، یقیناً وہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر بہت برستی ہوئی بارش اتارے گا۔

نیز یہ آیت پڑھی: ''تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسی سے توبہ کرو'' اتنا کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے آپ سے پوچھا گیا

کہ استسقا یعنی پانی کا سوال کرنے سے آپ کو کس بات نے روک دیا؟آپ نے فرمایا: میں نے آسمان جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے بارش طلب کرلی ہے۔اور جب آپ نے پختہ ارادہ کر لیا کہ فلاں دن استسقا کی نماز پڑھنی ہے اور لوگوں کو لے کر میدان میں نکلنا ہے تو اپنے تمام گورنروں وافسروں کو لکھا کہ فلاں دن وہ سب میدان میں نکلیں اور اپنے رب سے عاجزی وتضرع کریں اور اس سے سوال کریں کہ اس قحط سالی کی مصیبت کو ہم سے ہٹادے۔ چنانچہ عمرؓ مقررہ دن میں نماز استسقاء کے لئے نکلے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی چادر زیب تن کیے ہوئے تھے،آپ عید گاہ آئے اور لوگوں کے سامنے خطبہ دیا،اللہ تعالیٰ سے عاجزی و گریہ زاری کی،لوگ بھی الحاح کے ساتھ اللہ سے بارش کا مطالبہ کرنے لگے،آپ صرف اسغفار میں لگے رہے اور جب لوٹنے کا وقت ہوا تو اپنے دونوں ہاتھ کو پھیلا کر اوپر اٹھایا اور چادر کو اس طرح پلٹا کہ دائیں کنارے کو بائیں اور بائیں کو دائیں کر دیا، پھر دونوں ہاتھ کو دراز کیا اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا کرنے لگے،اور کافی دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔[32]

سیدنا عمرؓ نے خود کو دوسروں کیلئے نمونہ بنا کر پیش کیا:

''عام الرمادہ'' میں قحط کے موقع پر سیدنا عمرؓ کے پاس ان کے کھانے کیلئے گھی سے چپڑی ہوی روٹی لائی گئی،آپ نے ایک بدوی آدمی کو بلایا تاکہ وہ بھی آپ کے کھانے میں شریک ہوجائے،بدوی نے کھانے میں کھانے میں شریک ہوکر کھانا شروع کیا اور گھی کو لقمے سے پلیٹ کے کنارے لاکر شوق سے کھانے لگا سیدنا عمر نے اس سے کہا: ایسا لگتا ہے کہ تم کو گھی کبھی میسر نہیں آیا؟ بدوی نے کہا: جی ہاں، فلاں فلاں وقت سے آج تک نہ میں نے گھی اور روغن چکھا ہے اور نہ کسی کو یہ کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔اس کی بات سن کر سیدنا عمرؓ نے قسم کھالی کہ جب تک میری عوام کو فراخی کی زندگی نہ مل جائے اس وقت تک نہ وہ گوشت کھائیں گے اور نہ گھی کو ہاتھ لگائیں گے ۔ تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا عمرؓ نے اس قسم کو پورا کرنے کا عزم مصمم کر لیا تھا اور اسی وجہ سے جب بازار میں گھی اور دودھ سے بھرے ہوئے ڈبے فروخت ہونے کیلئے آئے،تو عمرؓ کے غلام نے آپ کیلئے 40 درہم میں ایک ڈبہ گھی اور ایک ڈبہ دودھ خریدا اور لے کر عمرؓ کے پاس آیا،اور کہا: امیر المومنین! اللہ نے آپ کی قسم کو پورا کر دیا،اور آپ کو بہت اجر وثواب ملا،اب بازار میں دودھ اور گھی کے ڈبے آگئے ہیں اور میں نے انہیں چالیس درہم میں خرید لیا ہے۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: تم نے مہنگی قیمت میں خریدا،ان دونوں کو اللہ کے راستے میں صدقہ کر دو، میں ناپسند کرتا ہوں کہ اسراف کا لقمہ کھائوں،اور اس کے بعد ہی فرمایا: میں رعایا کے دکھ درد کو کیسے سمجھ سکوں گا جب تک کہ میں بھی ان کی حالت سے نہ گزروں[33]۔ حضرت عمر فاروق کی زبان سے نکلا ہوا آخری جملہ ایک تابناک اور زریں قول ہے ، جس میں پوری انسانیت کیلئے سیاست کا عظیم الشان اصولوں میں سے ایک اصول پنہاں ہے ، قابل غور ہے یہ جملہ کہ :''میں رعایا کے دکھ درد کو کیسے سمجھ سکوں گا جب تک کہ میں بھی ان کی حالت سے نہ گزروں'' ۔

خلاصہ کلام:

اس مقالے میں انتظامی حوالے سے سیدنا عمرؓ کے اہم اقدامات یہ ہیں کہ اسلامی ریاست نے اقتصادی بحران وہنگامی حالات

ہونے کے باوجود عوام کے بنیادی حقوق معطل نہیں کئے، بلکہ ریاستی سزاؤں کو معطل کیا، اعلیٰ حکمرانی Good Governance کی ایسی مثالی دنیا میں نہیں ملتی۔ اصل بات یہ ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ، بنیادی ضروریات کی فراہمی، اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے، اگر ریاست شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم نہیں کرسکتی تو اسے شہریوں کو اضطراری حالت میں قانون شکنی پر سزا دینے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ غرض سیدنا عمرؓ کی Crisis Management وہ روشن اور معجزانہ مثال ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔

ہمارے ملک میں اس وقت بے شمار وسائل ہونے کے باوجود ملک عزیز کو سنجیدہ بحران درپیش ہیں۔ مگر ہمارے حکومتی ادارے عوام کو ریلیف دینے کی بجائے گیس، بجلی اور تیل کی قیمتیں بڑھانے کا فیصلہ کرتے ہیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے اشیا خوردنوش مہنگی ہو جاتی ہیں۔ دراصل عصر حاضر میں مہنگائی، بیروزگاری، تعلیم، صحت اور امن عامہ جیسے مسائل حکومتی توجہ اور ٹھوس اقدامات کے متقاضی ہیں۔ ریاست اور عام شہری کا باہمی تعلق آج کی انتظامیہ کے لیے اہم ہے۔ حال ہی میں ساہیوال میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی دہشت گردی کا نشانہ بننے والے مظلوم خاندان کا دکھ اور درد اپنی جگہ، مگر وطن عزیز کے ایسے سینکڑوں بدقسمت شہریوں کے بارے میں کیا کہا جائے، جو کچھ اس طرح ریاستی تشدد کا نشانہ بنتے ہیں کہ ان کے حق میں آواز بھی نہیں اٹھائی جاسکتی۔

اس مقالے میں سب سے اہم بات جو نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عام الرمادہ (قحط) میں حکمران و عوام کی تمیزیں ختم کردی گئیں تھیں۔ اور حاکم ہر اعتبار سے عوام کا نمائندہ تھا۔ اتنی بڑی سلطنت کا حکمران ہر سطح پر عوام کے ساتھ تھا۔ نہ کسی Protocol کا خیال تھا اور نہ Security کا، خدشات و خطرات اس زمانے میں بھی تھے، لیکن سیدنا عمرؓ نے اپنے اور عوام کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ ہونے دیا۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن 56:51

[2] البقرہ 30:2

[3] البغدادی، علامہ آلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع مثانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج1، ص220

[4] القرآن 1:48

[5] دہلوی، شاہ ولی اللہ، ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، ج3، ص151

[6] ایضاً، ج3، ص192

[7] ھیکل، محمد حسین، عمر فاروق اعظمؓ، مکتبہ جدید، لاہور، س1960ء، ص401

[8] الصلابی، ڈاکٹر علی محمد، سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، مکتبہ الفرقان، خان گڑھ۔ ص377

[9] ایضاً، ص380

[10]ایضاً،ص381

[11]ایضاً

[12]ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، تفسیر قرآن العظیم، بیروت، دارا حیا التراث العربي ،ج7،ص103

[13]طنطاوی علی،اخبار عمر،بیروت، طبع ہشتم،1983ء،ص115

[14]طنطاوی علی،الفاروق عمر،بیروت، س ن،ص262-263

[15]ابو جعفر، محمد بن جریر، تاریخ طبری (تاریخ لامم والملوك)، دارسویدان، بیروت،ج5،ص80

[16]طنطاوی علی،الفاروق عمر، ص262

[17]ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، دار صادر، بیروت،ج3،ص317

[18]ایضاً

[19]ڈاکٹر سید الوکیل جوله، تاریخیة فی عصر الخلفاء الراشدین جده، دارالمجتمع، طبع اول 1986ء

[20]ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، ج3،ص310-311

[21]ایضاً،ج3،ص317

[22]هیکل محمد حسین، عمر فاروق اعظم، مکتبہ جدید، لاہور، ص341

[23]ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، ج3،ص316

[24]طنطاوی علی، مناقب عمر، مکتبہ اسلامی، بیروت، ص71

[25]الصلابي، ڈاکٹر علی محمد، سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ص390

[26]ایضاً،ص388

[27]ایضاً،ص389

[28]هیکل محمد حسین، عمر فاروق اعظم، ص343

[29]ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، ج3،ص322

[30]الصلابي، ڈاکٹر علی محمد، سیدنا عمر بن خطابؓ شخصیت اور کارنامے، ص385-386

[31]النوح 11:10

[32]ابو عبداللہ محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، ج3،ص320-321

[33]ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری(تاریخ الامم واملوك) ،ج5،ص78